Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities

(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English

ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)

Home Page: http://www.arjish.com

Approved by HEC in "Y" Category

Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan

Website: www.arjish.com

Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020

This work is licensed under a

Creative Commons Attribution 4.0 International License

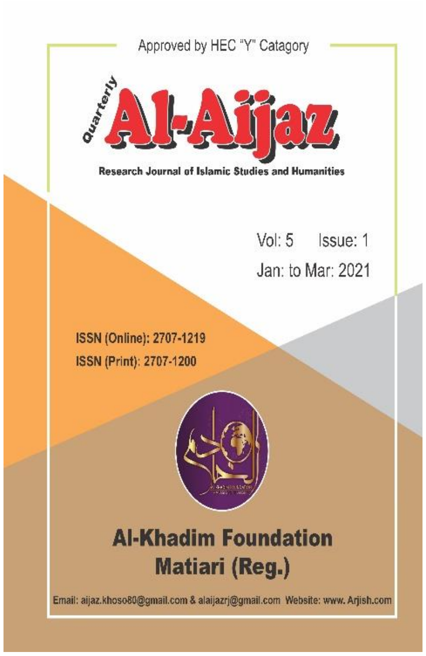

TOPIC:

Hazrat Umar's (R.A) power of judgment and his methodology of reasoning from the Quran

AUTHORS:

1. Muhammad Yaqoob Gondal, Lecturer of University NUML Multan campus.
Email: muhammad.yaqoob@numl.edu.pk

2. Dr. Hadi Bux Chhijan, Assistant Professor, Department of Basic Sciences & related studies, Mehran University of Engineering & Technology's Campus Khairpur Mir's Sindh. Email: hadibukhsh@gmail.com.

3. Dr. Amanullah Rana, Assistant Professor, Arabic Department, National University of Modern Languages.
Email: aman.rana74@hotmail.com

How to cite:

Gondal , M. Y., Chhijan, H. B., & Rana, A. (2021). U-2 Hazrat Umar's power of judgment and his methodology of reasoning from the Quran. *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities*, *5*(1), 14-29.
https://doi.org/10.53575/u2.v5.01(21).14-29

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/228

QR Code

Vol: 4, No. 1 | January to June 2020 | Page: 14-29

Published online: 2021-03-15

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قوت فیصلہ اور انکا قرآن سے اسلوب استدلال

Hazrat Umar's (R.A) power of judgment and his methodology of reasoning from the Quran

Muhammad Yaqoob Gondal*
Dr. Hadi Bux Chhijan**
Dr. Amanullah Rana***

Abstract

This paper attempts to highlight the will power and wisdom of Hazrat Umar(R.A) in solving the problems he faced in his life. It highlights that how he sought guidance from Quranic verses on different occasions to settle different problems during his caliphate. On one hand this paper illustrates his intelligence and on the other hand it invites us to see guidance from the Holy Quran in daily life affairs. The rationale of present research is that the researcher felt a dire need to follow the footsteps of Hazrat Umar (RA) . So that all the Muslims should seek guidance from the Holy Quran as was done by Hazrat Umar(RA) . A lot of books on lives of companions (SahabaKiram RA) and history of Islam urge the Muslims to follow his footsteps in gaining determinations and forethought. Moreover, this paper focusses different aspects of Hazrat Umar (RA)'s life such as the conceding of Qasar prayer during sea voyage, religious freedom, decision about Landin the conquered territory and rights of minorities in the Muslim state have also been discussed. All these issues which have been discussed in relation to Hazrat Umar (RA)'s life have a close association with the reformation of society. Ignorance of Hazrat Umar (RA)'s examplary life may lead the muslim society to degradation. The findings suggest that in difficult situationsmuslim society must follow Hazrat Umar (RA)'s footsteps.

Keywords: Umar(RA),Reasoning, Argumentation, Explainer, The Holy Quran, The Companion

تعارف موضوع

اس تحقیقی آرٹیکل(Research Artical)میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس انداز استدلال کا ذکر کیا گیا ہے جو انھوں نے مختلف مواقع پر قرآنی آیات کو بطور دلیل استعمال کرتے ہوئے اختیار فرمایا تھااور اسی طرح اس آرٹیکل کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کرتے وقت قرآنی اسلوب استدلال کی طرف بطور نمونہ رہنمائی کرنا پیش نظر ہے تاکہ ہر مسلمان کو کسی بھی معاملے میں قرآن سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اسی طریقہ اور انداز کے اپنانے کی عادت پڑے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہنے بنفس نفیس اختیار فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس اسلوب کی وضاحت ذکر کرنے سے پہلے انکی ذاتی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے تاکہ پہلے انکے مقام و مرتبہ کو ذہن میں

* Lecturer of University NUML Multan campus.
Email: muhammad.yaqoob@numl.edu.pk
** Assistant Professor, Department of Basic Sciences & related studies, Mehran University of Engineering & Technology's Campus Khairpur Mir's Sindh.
Email: hadibukhsh@gmail.com.
*** Assistant Professor, Arabic Department, National University of Modern Languages.
Email: aman.rana74@hotmail.com

رکھا جائے پھر ان کا طریقہ اپنایا جائے۔اصل مدعا بیان کرنے سے پہلے کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں مختصر تمہید ذکر کی گئی ہے تاکہ اس مدعا کی شرعی حیثیت کو اچھی طرح سمجھا جاسکے۔آخر میں نتائج بحث ذکر کیے گئے ہیں تاکہ تحقیق کا خلاصہ بآسانی ذہن نشین ہو جائے۔امید ہے کہ یہ آرٹیکل اپنی انفرادیت کے لحاظ سے علمی اضافے کا باعث بنے گا۔

حسب و نسب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے حسب و نسب کے لحاظ سے اعلی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ددھیال اور ننھیال ہر دو اطراف سے آپ کا نسب نامہ عظیم خاندانوں سے ملتا ہے۔آپ کے ددھیال کی طرف سے شجرہ نسب اوپر جا کر عدنان سے ہوتے ہوئے حضرت اسماعیلؑ سے جا ملتا ہے۔عدنان کے نیچے گیارہویں پشت میں فہر بن مالک قریشی ہیں جو قریش کے لقب سے جانے جاتے تھے۔اس اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے:

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن زراع بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک[1].

عدی بن کعب کے دوسرے بھائی مرہ بن کعب ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں یوں آپ رضی اللہ عنہ اپنی آٹھویں پشت میں جا کر رسول اللہ سے جا ملتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی ماں کا نام حنتمہ تھا[2] جو ہاشم بن مغیرہ کی صاحبزادی اور انتھائی معزز خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔حنتمہ کے دادا مغیرہ اس درجہ کے آدمی تھے کہ جب قریش کو کسی قبیلہ سے لڑائی درپیش ہوتی تو فوج کا اہتمام انھیں کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔آپکی والدہ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے۔حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم جبکہ دوسری روایت میں حنتمہ بنت ہشام بھی آیا ہے لیکن پہلا نسب نامہ زیادہ صحیح ہے[3]۔

آپ رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے قریش کی طرف سے سفارت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔جب قریش کو کسی سے خطرہ محسوس ہوتا تو اس سے نمٹنے کے لئے وہ آپکا ہی انتخاب کرتے پھر آپ فریق ثانی سے بات کرتے یا موقع و مناسبت سے انھیں ڈراتے اور خطرناک اقدام کرنے سے گریز کرنے کا مشورہ دیتے[4]۔آپکا شمار قریش کے ان بہادر لوگوں میں ہوتا تھا جو گھڑ سواری اور سپہ گری کے ماہر مانے جاتے تھے اور قریش کے چند پڑھے لکھے لوگوں میں سے ایک تھے[5]۔

جنگ و جدل میں مہارت رکھنے کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں قدرے سختی تھی اس لئے اپنے اسلام لانے سے پہلے ہر اس شخص سے انتہائی سختی سے پیش آتے جو اسلام قبول کرتا۔آپ رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد اور عظیم جنگ حرب فجار کے چار سال بعد پیدا ہوئے۔ سات نبوی میں مسلمان ہوئے۔آپ سے پہلے انتالیس افراد اسلام قبول کر چکے تھے اور یوں آپ چالیسویں مسلمان بنے[6]۔آپ کے اسلام لانے سے مسلمانوں میں کلمۂ حق کہنے کی جرأت پیدا ہوئی اور اسلام طاقتور ہو کر اپنی مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہو کر پھیلنے لگا۔

منقبت عمر رضی اللہ عنہ:

اچھے کام اور کارہائے نمایاں سرانجام دینے کے سبب جو قدر و منزلت اور مرتبہ و مقام حاصل ہوتا ہے اسے منقبت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔امام ابوالحسین رازی لکھتے ہیں کہ "المنقبة هي الفعلة الكريمة"[7] یعنی منقبت دراصل اچھے کارنامے کا نام ہے۔اسی طرح مصطفی البغا کتاب صحیح بخاری کی تعلیق میں لکھتے ہیں "المنقبةهي الفعل الكريم الذي يفتخربه ويثنى على فاعله بالجميل"[8] یعنی منقبت وہ اچھا کام ہے جس پر فخر کیا جاتا ہے اور کرنے والے کی بڑی خوبصورتی سے تعریف کی جاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضیلت قرآن کریم میں بھی ذکر ہوئی جہاں آپ کو صالح مؤمن کہا گیا ہے۔امام جلال الدین سیوطیؒ آیت:[إن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما وإن تظاهرا عليه فإن الله هو مولاهُ وجبريل وصالح المؤمنين والملائكة بعد ذلک ظهير][9]

"اگر تم دونوں اللہ کے حضور توبہ کرلو (تو یہ تمھارے لئے بہتر ہے) اسلئے تمھارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے تھے اور تم نے (نبی صلی الله عليه وسلم) کے مقابلے میں ایکا کرلیا ہے تو جان لو کہ اللہ اس کا مولی ہے، جبرائیلؑ، تمام صالح اہل ایمان اور ملائکہ اس کے مددگار ہیں" کی تفسیر میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت میں (صالح المؤمنين) کے الفاظ بطور خاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئے[10]۔

نبی اکرم صلى الله عليه وسلم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت وفضیلت کھول کر بیان کررہے ہیں بارگاہ نبوت سے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے "الفاروق" یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا لقب

اور ابو حفص جیسی کنیت عطا ہوئی[11]۔آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور صلى الله عليه وسلم کی ازواج مطہرات میں شامل ہیں۔اور دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ازواج میں داخل ہیں[12]۔اس لئے جہاں آپ کا رشتہ پیغمبر خدا صلى الله عليه وسلم سے مضبوط ہے تو وہیں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی مضبوط ہے۔

رسول اللہ صلى الله عليه وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دنیا میں ہی جنت میں محل ہونے کی خوشخبری سنائی:

(عن أبي هريرة رضى الله عنه، قال: بينا نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ قال:" بينا أنا نائم رأيتنى فى الجنة، فإذا امرأة تتوضأ إلى جانب قصرٍ، فقلت: لمن هذا القصر؟ قالوا: لعمر، فذكرت غيرته، فوليت مدبرا " فبكى عمر، وقال: أعليک أغار يا رسول الله)۔[13]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلى الله عليه وسلم نے فرمایا کہ میں خواب میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں ایک عورت کو وضو کرتے دیکھا۔پھر میں نے ایک محل دیکھا۔میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔میرے دل میں

خیال آیا کہ اندر داخل ہو کر اسے دیکھ لوں لیکن پھر مجھے عمر کی غیرت یاد آئی۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے کہا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے بارعب اور جاہ و جلال کے مالک صحابی رسول تھے یہاں تک کہ شیطان بھی انھیں دیکھ کر راستہ بدل لیتا تھا۔(**عن محمد بن سعد بن أبی وقاصٍ، عن أبیه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:أیها یا ابن الخطاب، والذی نفسی بیده ما لقیک الشیطان سالکا فجا قط، إلا سلک فجا غیر فجک**)[14]

محمد بن سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ **صلی الله علیه وسلم** نے (عمر رضی اللہ عنہ) سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابن خطاب قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب شیطان تمھیں کسی راستے پر چلتا دیکھ لیتا ہے تو وہ اسے چھوڑ کر کسی دوسرے راستے پر چل پڑتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت اور منقبت سرور دو عالم **صلی الله علیه وسلم** کے اس فرمان سے اور بھی واضح ہو جاتی ہے فرمایا کہ (**لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب**) [15] اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ **صلی الله علیه وسلم** سے بہت محبت کرتے تھے اور رسول اللہ **صلی الله علیه وسلم** آپ سے محبت رکھتے تھے۔ آپ ہمیشہ حق بات کہتے اور اس پر ڈٹ جاتے اسی خوبی کی وجہ سے آپ نے فرمایا :(**ان الله جعل الحق علی لسان عمر وقلبه**)[16] بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور اسکے دل پر حق رکھا ہے۔

آیت قرآنی اور احادیث رسول کے مطالعہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی منقبت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ انکی شخصیت اور سرور دو عالم **صلی الله علیه وسلم** سے محبت مکمل طور پر عیاں ہو جاتی ہے۔ اب ذیل کی سطور میں ہم انکی قرآن سے محبت، مختلف پیش آمدہ مسائل میں انکا قرآنی استدلال اور پھر قرآن کے مطابق انکے فیصلوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ کا قرآنی طرز استدلال:

استدلال دلیل سے ہے اور دلیل کا مطلب ہے راستہ پا جانا، سیدھے راستے پر چل پڑنا اور استدلال سے مراد مدلول کو ثابت کرنے کے لئے دلیل کا سہارا لینا۔ جیسا کہ امام اللغۃ امام زبیدیؒ لکھتے ہیں :**الاستدلال هو تقریر الدلیل لاثبات المد لول**[17] یعنی استدلال دراصل مدلول کو ثابت کرنے کے لئے دلیل قائم کرنا ہے۔ یہاں مدلول سے مراد وہ بات یا چیز جسے ثابت کرنے کے لئے دلیل کا سہارا لیا جائے۔ خلیفہ راشد امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی معاملہ پیش آتا تو خوب غور و فکر سے اس کا فیصلہ فرماتے، صحابہ کرام سے مشاورت کرتے اور ٹھوس دلیل کی بنیاد پر بالآخر نتیجہ تک پہنچتے۔ یہ ٹھوس دلیل قرآن مجید کی کوئی آیت یا پھر سرور دو عالم **صلی الله علیه وسلم** کی حدیث مبارک ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ۲۲ لاکھ مربع میل پر مشتمل سلطنت مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہو گئی۔ اس کار عظیم میں جہاں ایک طرف ٹھوس استدلال کا عمل دخل تھا وہاں دوسری طرف آپ رضی اللہ عنہ کا ذاتی کردار، عدل و انصاف اور باہمی مشاورت کے ذریعے

پختہ نتائج حاصل کرنا تھا۔

ذیل کی سطور میں ہم چندان سنہری مواقع کا تذکرہ کریں گے جہاں آپ رضی اللہ عنہنے قرآن کریم کی مختلف آیات سے استدلال کیاتا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے طرز استدلال کو بخوبی سمجھ کر عملاً اپنایا جاسکے۔

بحری سفر کی شرعی حیثیت اوراس میں نماز قصر پر استدلال:

نماز قائم کرنادین اسلام کا دوسرا بڑااور بنیادی ستون ہے جس پر اسلام کی عمارت قائم ودائم ہے۔اس ستون کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے کرنے اور اسے صحیح طور پر قائم کرنے کے لئے ہمیں شارعؐ کا طریقہ اپنانا ہوگا جنھوں نے ارشاد فرمایا:(صلوا كما رأيتموني أصلي)[18]"کہ تم ایسے نماز پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو،،۔اس نماز کی ادائیگی ہر جگہ ضروری قرار دی گئی لیکن حضری اور سفری نماز میں فرق رکھا گیا،حضری نماز کو پورا ادا کرنے کا حکم ہے جبکہ سفری نماز میں شرعاً یہ اجازت ہے کہ فرض نماز بطور قصر یعنی چار فرض کے بجائے دو فرض ادا کیے جائیں۔یہ سفر چاہے خشکی پر ہو،ہوا میں ہو یا سمندر میں ہو،ہر قسم کے سفر میں نماز قصر ہی ادا کی جائے گی جیسا کہ یہ نماز نبی صلى الله عليه وسلم کے عمل مبارک سے ثابت ہے(عن حفصٍ أنه قال: كنت مع ابن عمر في سفرٍ فصلى الظهر والعصر ركعتين ركعتين، ثم قال:«صحبت النبي صلى الله عليه وسلم حتى قبض، فكان لا يزيد على ركعتين»، وأبا بكرٍ حتى قبض فكان لا يزيد عليهما وعمر وعثمان كذلك)[19]"حفص کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو آپ نے ظہر،عصر کی دو دو رکعتیں ادا کیں،پھر فرمایا کہ میں نبی صلى الله عليه وسلم کے ساتھ ہوتا تو آپ صلى الله عليه وسلم بھی (سفر) میں دو رکعتوں سے زیادہ ادا نہیں فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ صلى الله عليه وسلم اللہ کو پیارے ہوگئے،اور اسی طرح ابو بکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا عمل بھی رہا"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا سمندری سفر شرعی سفر ہے یا نہیں،آیا اس سفر میں نماز بطور قصر ادا کی جائے گی یا نہیں؟ لہذا وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں،پھر قرآن کی اس آیت [هو الذي يسيركم في البر والبحر][20]"(خدا) وہ ہے جو تمھیں خشکی اور تری کی سیر کراتا ہے" سے استدلال کر کے سمندری سفر کو شرعی سفر قرار دیا اور اس میں قصر نماز کو ٹھوس دلیل کی بنیاد پر ثابت کر کے سائل کو مطمئن کر دیا

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں" یہ آیت سمندری سفر پر دلالت کرتی ہے"[21]مشہور فقیہ وھبہ زحیلی اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں" یہ آیت بحری سفر پر مطلقا دلالت کرتی ہے اور سمندر میں انسانوں کا سفر محض اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہے[22]

مفسرین کی وضاحت سے بھی سمندری سفر شرعی سفر ثابت ہوتا ہے اور شرعی سفر ثابت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سمندر میں دوران سفر نماز قصر ادا کرنا ہوگی،اس لئے قرآن وحدیث کے وہ تمام دلائل جن سے خشکی پر نماز قصر ثابت ہوتی ہے ان کا اطلاق سمندری سفر پر بھی کیا جائے گا،حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مذکورہ آیت سے استدلال براہ راست اس امر پر انتہائی قوی دلیل ہے۔

مذہبی آزادی پر استدلال:

دین اسلام کسی غیر مسلم کو بالجبر اپنے دائرہ میں داخل کرنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اسلامی تعلیمات کی اشاعت بذریعہ تبلیغ ،نرمی اور محبت سے کرنے پر ابھارتا ہے، کیونکہ اگر کسی کو زبردستی مسلمان بنا بھی دیا جائے تو اس میں رسوخ پیدا نہیں ہو پائے گا اور جونہی اسے موقع ملے گا وہ اسلام کو چھوڑ کر اپنے سابقہ مذہب کی طرف لوٹ جائے گا کیونکہ اس نے ظاہری طور پر تو اسلام کا اقرار کر لیا تھا مگر اسے دل سے قبول نہیں کیا تھا جسکا لازمی نتیجہ ارتداد کی صورت میں برآمد ہوا۔امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "وہ دین جو زبردستی قبول کیا جائے وہ دین نہیں ہے کیونکہ اس پر دل کی گواہی نہیں اور نہ ہی ضمیر اس پر مطمئن ہے لہذا اصل دین وہ ہے جو دل سے قبول کی جائے"۔[23]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی مضمون کو ذہن میں رکھتے ہوئے دین اسلام کو بذریعہ دعوت پھیلانے کے قائل تھے اور کسی کو زبردستی دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے قطعی مخالف تھے بس یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے ایک غیر مسلم غلام کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن اس نے یکسر انکار کر دیا،اس وقت اگر آپ بزور بازو اس سے اسلام قبول کروانا چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے لیکن اس آیت [**لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي فمن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى لا انفصام لها والله سميع عليم**][24] "دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے، ہدائت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے، تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ (سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے سے استدلال کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا اور اسے اپنے دین پر قائم رہنے دیا"[25]

اسی طرح امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھی عیسائی عورت سے کہا کہ (**اسلمی تسلمی**)اسلام قبول کر لو سلامت رہو گی تو اس نے انکار کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے اللہ گواہ رہنا، پھر یہ آیت تلاوت کی [**لا إكراه في الدين**] کہ "دین میں کوئی جبر نہیں"[26]"یعنی اس آیت سے استدلال فرماتے ہوئے اسے اپنے مذہب پر قائم رہنے دیا اور اس سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہیں فرمایا۔

کھانا اور استدلال :

کھانا پینا انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے جس کے بغیر زندگی کے وجود کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، ہر ذی روح اللہ تعالی کی اس نعمت کو اپنی جسمانی ضرورت پورا کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے لیکن اس نعمت کا ضیاع یا اسراف شرعاً ممنوع ہے بلکہ سادگی اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے [**كلوا واشربوا ولاتسرفوا**][27]" کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو" اسی حکم کی عملی تصویر ہمیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اس وقت دیکھنے کو ملتی ہے جب وہ ۲۲ لاکھ مربع میل پر حکومت کر رہے ہیں۔ لباس سادہ، غذا سادہ اور رہن سہن کے تمام معاملات میں سادگی کی واضح جھلک موجود ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو تم سب سے زیادہ اچھا کھا سکتا ہوں، نرم و ملائم لباس پہن سکتا ہوں، میں ایسا اس لئے نہیں کرتا ہوں تا کہ اپنی طیبات یعنی اچھی چیزوں کو قیامت کے دن کے لئے بچا کر رکھ

سکوں[28]۔ عبد الرحمان بن اَبی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے جنھیں سادہ کھانا پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ کھانا بہت کراہت سے تناول کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے اہل عراق! اگر میں چاہتا تو تمھارے لئے ویسا ہی لزیذ کھانا تیار کروا دیتا جیسا تم اپنے لئے تیار کرواتے ہو لیکن ہم لذت کو دنیا کے بجائے آخرت کے لئے باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر اس آیت [**ویوم یعرض الذین کفروا علی النار أذهبتم طیباتکم في حیاتکم الدنیا واستمتعتم بها فالیوم تجزون عذاب الهون بما کنتم تستکبرون في الأرض بغیر الحق وبما کنتم تفسقون**][29]"اور جس دن وہ لوگ آگ پر لا کھڑے کئے جائیں گے جنہوں نے کفر کیا(تو ان سے کہا جائے گا) کہ تم نے اپنے حصے کی نعمتیں اپنی دنیا کی زندگی میں ہی ختم کر دیں اور ان سے خوب لطف اٹھایا" کے حصے [**اذهبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا**] سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالی کا یہ قول نہیں سنا[30]

ذخیرہ اندوزی اور استدلال:

مال و دولت اور متاع دنیا بے شک اللہ تعالی کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے۔ اس نعمت کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ مال فتنے کا سبب بن جائے اور اللہ کی یاد سے غافل کر دے۔ اور بندہ اپنی تمام کاوشیں، محنت مال کمانے اور اسکے جمع کرنے میں صرف کر دے جبکہ دوسرا پہلو یہ ہے کہ بندہ مال کے ذریعے اللہ کے قریب ہو جائے اور اسکی یاد دل میں بسا لے۔ یہ کام اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتا جب تک صاحب مال اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرتا ہو، غرباء و مساکین کا حصہ نہ نکالتا ہو، اسے گن گن کر جمع نہ کرتا ہو بلکہ اپنے آنے والے کل کی فکر کئے بغیر نیک کاموں پر خرچ کرتا ہو بس ایسے شخص پر رشک ہے۔ اللہ کے رسول **صلی اللہ علیه وسلم** کا ارشاد ہے (**لا حسد الا فی اثنتین: رجل أتاه الله مالا فسلط علیٰهلکته فی الحق، ورجل أتاه الله الحکمة فهو یقضی بها ویعلمها**)[31]"دو آدمیوں پر رشک ہے ایک وہ جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو اور اس نے اس مال کو حق کے راستے میں ہلاک کر دیا ہو، دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے حکمت سے نوازا ہو اور وہ اسکے زریعے فیصلے کرتا ہو اور اسے سکھاتا ہو"۔

بلا شک و شبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ متاع دنیا کو جمع نہ کرنے والے اور اسے آنے والے کل کی فکر کئے بغیر خرچ کرنے والے تھے۔ مال کی ذخیرہ اندوزی کو فتنہ خیال کرنے والے تھے۔

مسلمہ بن سعید سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مال لایا گیا۔ عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ اے امیر المومنین اس مال میں سے اگر کچھ بیت المال میں ذخیرہ کر دیں تو اچھا ہو گا تا کہ مشکل اوقات میں کام آ سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آئندہ کے خوف سے میں اس سال اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ پھر قرآن کی آیت [**ومن یتق الله یجعل لهمخرجا ط ویرزقه من حیث لا یحتسب ط**][32] اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لئے مخلصی کی صورت پیدا کر دیگا۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو" سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ جمع شدہ مال میرے بعد آنے والوں کے لئے فتنہ بنے گا بس ہم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور مال جمع نہیں کرتے[33]۔

مفتوحہ علاقوں کی زمینیں اور استدلال:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر فائز ہوئے تو مدعیان نبوت، مرتدین عرب اور منکرین زکوۃ کا خاتمہ ہو چکا تھا اور فتوحات کا دائرہ وسیع ہونا شروع ہو چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان فتوحات کو مزید وسعت دیتے ہوئے عراق و ایران اور شام کے علاقوں میں فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ عراق کی فتوحات مکمل ہونے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے خراج کی تقسیم پر خاطر خواہ توجہ دی یہاں تک کہ عراق کی مفتوحہ زمینوں کا مسئلہ پیش آیا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا موقف یہ تھا کہ عراق کی مفتوحہ زمینوں پر حق ان افواج کا ہے جنھوں نے بڑی جانفشانی سے ان کو فتح کیا ہے۔ جبکہ بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ اس رائے سے متفق نہیں تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ مفتوحہ زمینیں مقامی باشندوں کے پاس ہی رہنے دی جائیں اور ان سے خراج وصول کر کے آئندہ افواج کی تیاری، بیرونی حملوں سے حفاظت اور ملکی امن وامان قائم رکھنے پر اٹھنے والے مصارف کو پورا کیا جائے۔ یعنی یہ زمینیں حکومت کی ملکیت میں ہی رہیں تاکہ آئندہ نسلیں بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ پہلی رائے کے قائل صحابہ رضی اللہ عنہ میں سر فہرست جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، بلال بن رباح رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے جبکہ خراج وصولی کی رائے رکھنے والوں میں خود اُمیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور مہاجرین وانصار کے بزرگ بھی شامل تھے۔ کئی دنوں تک یہ مسئلہ زیر بحث رہا پھر بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں قرآن مجید کی یہ آیت آئی[34]۔ ارشاد ربانی ہے **[للفقراء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم وأموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله أولئك هم الصادقون–والذين تبوءوا الدار والإيمان من قبلهم يحبون من هاجر إليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما أوتوا ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فأولئك هم المفلحون– والذين جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رءوف رحيم]**[35]

"اور ان مفلسان تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔ اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود ضرورت ہی ہو۔ اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ اور ان کیلئے بھی جو ان مہاجرین کے بعد آئے اور دعا کرتے ہیں کہ اے رب ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے"۔

علامہ شبلی نعمانیؒ اس آیت میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلوئے استدلال کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے آیات کے

آخری حصے [والذین جآء وا من م بعدھم] سے استدلال کیا کہ فتوحات میں آئندہ نسلوں کا بھی حق ہے۔ اگر یہ زمینیں فاتحین میں تقسیم کر دی جائیں تو آنے والی نسلوں کے لئے کچھ باقی نہیں رہتا۔ جونہی آپ رضی اللہ عنہنے یہ استدلال پیش کیا تو تمام لوگ بول اٹھے کہ واقعی اُمیر المومنین کی رائے انتہائی صائب ہے۔ اور استدلال بڑا قوی ہے۔ پھر اسی استدلال کی بنیاد پر یہ اصول قائم ہو گیا کہ جو بھی ممالک فتح کئے جائیں گے وہ افواج کی ملکیت نہیں بلکہ حکومت کی ملکیت قرار پائیں گے اور پہلے قابضین کو بے دخل نہیں کیا جائے گا[36]۔ یوں دونوں فریق قرآن کی مذکور آیت سے استدلال پر خاموش ہو کر ایک بات پر متفق ہو گئے اور کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ کیونکہ قوی استدلال کے سبب اختلاف کی گنجائش باقی ہی نہ رہی۔

ذمیوں کے حقوق پر استدلال:

"ذمی" اس غیر مسلم کو کہتے ہیں جو اسلامی ریاست کی نگرانی میں اپنی جان و مال کے تحفظ کے بدلے جزیہ ادا کرتا ہو۔ اسلامی حکومت اور اس کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا ہو کہ وہ جزیہ ادا کرے گا اور حکومت اسکے جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنائے گی۔ اہل ذمہ یعنی اہل عہد لوگ، لفظ ذمی کا زیادہ تر اطلاق بالخصوص یہود و نصاریٰ پر ہوتا ہے اور بالعموم اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام غیر مسلموں پر ہوتا ہے [37]۔ اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی غیر مسلم رعایا کا پورا پورا خیال رکھے اور انھیں مسلم رعایا کے برابر حقوق دے۔ جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کا خیال رکھا اور عدل و انصاف سے ان کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا۔ ایک دفعہ ایک غیر مسلم بوڑھے کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ بھیک کیوں مانگ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے حالانکہ میں اس کے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اس بوڑھے کا جزیہ معاف فرمایا بلکہ اس کے لئے اور اس جیسے دیگر معذروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کرنے کا حکم صادر کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ کی قسم یہ انصاف کی بات نہیں کہ ان لوگوں کی جوانی سے تو ہم متمتع ہوں اور بڑھاپے میں انھیں نکال دیں،،[38]۔

اس بات کو آپ رضی اللہ عنہنے قرآن کی اس آیت [**انما الصدقٰت للفقرآء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفة قلوبھموفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ط فریضة من اللہ ط واللہ علیم حکیم**] [39] "صدقات (یعنی زکوۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے۔ یہ حقوق) اللہ کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے"۔ سے استدلال کرتے ہوئے قانونی شکل دے کر مستند بنا دیا اور فرمایا کہ آیت میں فقراء سے مراد مسلمان فقراء جبکہ مساکین سے مراد اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے غریب لوگ ہیں[40]۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو گورنر بنانے پر استدلال:

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا شمار ان اوائل جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے لازوال قربانیوں کی

داستان رقم کی۔ آپ رضی اللہ عنہ ان پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں جنہیں اللہ کی راہ میں طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا اور سخت ترین اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آپکے والد کا نام یاسر ہے اور والدہ کا نام سمیہ رضی اللہ عنہا ہے جو اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں[41]۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو مخزوم کے غلام تھے۔ جونہی آپکے کانوں میں صدائے اسلام پڑی تو دار ارقم جاکر مسلمان ہوگئے۔ بس یہی وجہ تھی کہ مشرکین مکہ نے آپکو طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کر دیں۔ ایک دفعہ تو آپ پر تشدد کی انتہا کر دی اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک آپ نے اپنی زبان سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف جبکہ بتوں کے حق میں کچھ کلمات نہ کہہ دیئے۔ پھر جب آپکو چھوڑا گیا تو فورا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر اپنی حالت کے بارے میں آگاہ کیا۔ تمام واقعہ سن کر سرور دوعالم ﷺ نے پوچھا کہ تمھارے دل کی حالت کیسی ہے؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرا دل ایمان پر مطمئن ہے۔ پھر آپ ﷺ نے قرآن کی رہنمائی میں فرمایا کہ اگر دوبارہ ایسی حالت پیش آجائے تو ویسے ہی کلمات کفار کے سامنے کہہ سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارک نازل فرماکر اسی طرف رہنمائی بھی فرمادی کہ حالت اضطرار میں جان بچانے کے لئے حقیقت کے برعکس کچھ کہہ بھی دیا جائے تو اس پر مواخذہ نہیں[42]۔ ارشاد ربانی ہے [**من كفر بالله من م بعد ايمانه الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله ج ولهم عذاب عظيم**][43]"جو شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو بلکہ وہ (جو دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہو گا"۔

امام عبدالرحمان الجوزیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین انکی زبان سے اپنی پسند کے کلمات کہلوانے میں کامیاب ہوگئے[44]۔

خلیفہ راشد أمیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے انھی مناقب و فضائل کو دیکھتے ہوئے انھیں کوفہ کا گورنر مقرر فرمادیا اور ساتھ ہی قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا جس میں زمین پر رہنے والے کمزور لوگوں کا تذکرہ ہے اور انھیں امام و وارث بنائے جانے کا ذکر موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [**ونريد أأن نمن على الذين استضعفوا فى الارض ونجعلهم أئمة ونجعلهم الوارثين**][45]"اور ہم چاہتے تھے کی جو لوگ ملک میں کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انھیں (ملک) کا وارث کریں"۔

امام سیوطیؒ اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت کے حصے "**استضعفوا فى الارض**" میں جن کمزور لوگوں کا ذکر ہے ان سے مراد حضرت یوسفؑ ہیں جنھیں زمین کا وارث بنایا گیا۔ پھر قتادہ کا قول ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سے مراد بنی اسرائیل ہیں جنہیں پہلے پہل کمزور پاکر دبادیا گیا تھا پھر انھیں زمین کا وارث بنادیا گیا[46]۔

بہرحال اس آیت کا عمومی استدلال دیکھتے ہوئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنادیا لیکن بعد میں ۲۲ھ میں اہل کوفہ کی شکایات کی وجہ سے انھیں معزول کر دیا۔ پھر انھیں اپنے پاس بلاکر فرمایا کہ مجھے پہلے بھی معلوم تھا کہ آپ اس

عہدے سے نبرد آزما نہیں ہو سکیں گے لیکن میں نے اس آیت کے پیش نظر آپ کو ذمہ داری دی تھی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے آیت مذکورہ کی تلاوت بھی کی[47]۔

وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور طرز استدلال:

موت برحق ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ ہر ذی روح نے بالآخر موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ صرف اللہ عزوجل باقی رہے گا دیگر سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ اس موت کا ذائقہ تمام انبیاء ورسل نے بھی چکھا جو روئے زمین پر سب سے برگزیدہ ہستیاں تھیں۔ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے سب نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہاں تک کہ تمام انبیاء ورسل کے سردار محمد مصطفےٰ ﷺ بھی اپنی ۶۳ سالہ زندگی پوری فرما کر دار فانی سے رحلت فرما گئے جسے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے [وما محمد الا رسولۃ قد خلت من قبلہ الرسل ط افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ط ومن ینقلب علٰی عقبیہ فلن یضراللہ شیئاط وسیجزی اللہ الشاکرین] [48]"اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ گے) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو بڑا ثواب دے گا"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی آیت سے استدلال کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اس وقت یقین دلایا تھا جب انھیں وفات کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔ جونہی مذکورہ آیت ان کے سامنے تلاوت کی گئی تو وہ مطمئن ہو گئے۔ اس سے پہلے جب ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تو مسلمانوں میں جہاں ایک طرف فتح کی خوشی ہوئی تو وہاں دوسری طرف سورۃ النصر کے نازل ہونے کے بعد بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہما غمگیں ہو گئے۔ ان غمگیں ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما میں سر فہرست حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے جو سورہ کے عنوان سے پہچان گئے تھے کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عملی طور پر فرائضہ رسالت مکمل کر چکے ہیں جسکی وجہ سے آپکو حکم دیا جارہا ہے [فسبح بحمد ربک واستغفرہ ط انہ٘ کان توابا][49]"کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں ، بے شک وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے"۔ یعنی سورہ نصر سے حضرت عباس رضی اللہ عنہا ور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ استدلال کیا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب ہے۔

امام قرطبیؒ نے امام مقاتل کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے پڑھا۔ ان صحابہ رضی اللہ عنہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ دیگر صحابہ نے جب اس سورہ کو سنا تو وہ خوش ہو گئے مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

کہ اے چچا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سورہ کو سن کر مجھے آپکی وفات ذہن میں آگئی۔ ایک دوسری روایت میں رونے والوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں شامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سورہ کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ساٹھ دن زندہ رہنے کے بعد اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے [50]۔

صحیح بخاری میں امام بخاریؒ اس سورہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں جس میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مجالس میں بدری شیوخ کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ بعض نے کہا کہ اس جیسے تو ہمارے بچے بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا تم اس بچے کی شان سے واقف ہو؟ پھر ایک دن انھیں دکھانے کے لئے مجھے ان کی مجلس میں بٹھا کر سوال کیا کہ آپ لوگ سورہ نصر کی تفسیر میں کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا کہ اللہ تعالی ہمیں حکم دیا ہے کہ جب ہمیں اللہ کی مدد مل جائے اور فتح حاصل ہو جائے تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اسکی حمد بیان کریں اور استغفار کریں جبکہ بعض خاموش رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ تمھاری کیا رائے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ دراصل اس سورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہے جس سے اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر کو مطلع فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ میری بھی یہی رائے ہے [51]۔

یقینی طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے بھی سورۃ النصر سے وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی استدلال کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب شیوخ بدر نے مختلف تفسیری جوابات دیئے تو مطمئن نہ ہوئے۔ آخر کار جو جواب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے دیا تو ان کے قول کی تائید فرمائی۔ یقیناً یہ استدلال دور اندیشی پر مبنی تھا اور سورہ کے معانی ومفاہیم پر گہری نظر رکھنے کا نتیجہ تھا۔

کافرہ بیویوں کو طلاق اور استدلال:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب ۷ نبوی میں اسلام قبول کیا تو ابن الأثیر لکھتے ہیں کہ آپ سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ اس لحاظ سے اسلام قبول کرنے والوں میں آپ اکتالیسویں نمبر پر آتے ہیں۔ دوسری روایت کے مطابق آپ چالیسویں مسلمان ہیں [52]۔ اسلام لانے سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کے بڑے مخالف جبکہ اسلام لانے کے بعد مخالفین اسلام کے سب سے بڑے مخالف بن گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا مطلب کفر سے نفرت اور اسلام سے محبت کا اظہار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلامی تعلیمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور یوں آپکی زندگی کا ہر پہلو اسلام کے مطابق ڈھلتا چلا گیا۔ جب ہم ان کی خانگی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں بھی انکی اسلام سے محبت بڑی واضح انداز سے نظر آتی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے نکاح میں کچھ بیویاں ایسی بھی تھیں جو مسلمان نہیں تھیں بلکہ مشرکہ تھیں۔ بعد میں اللہ کا حکم نازل ہونے پر آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمان بیویاں اپنے عقد میں رکھیں جبکہ مشرکہ

بیویوں کو طلاق دے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں زینب بنت مظعون، ملیکہ الخزاعیہ، اُم حکیم بنت حارث بن ہشام مخزومیہ، جمیلہ بنت عاصم بن ثابت، اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ جو فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی نواسی تھیں، لھیہ، عاتکہ بنت زید نامی خواتین تھیں[53]، جبکہ محمد بن جریر الطبریؒ کے مطابق قریبہ بنت أبی أمیہ المخزومی اور فکیھہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں[54]۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو آپکے نکاح میں تین خواتین ایسی بھی تھیں جو کافرہ تھیں۔ آپکے اسلام لانے کے باوجود بھی وہ اسلام نہیں لائیں، ایک کا نام اُم کلثوم بنت جرول بن مالک، دوسری کا نام قریبہ بنت أبی أمیہ مخزومی تھا اور تیسری کا نام ملیکہ بنت جرول تھا۔ ۶ھ تک ممانعت نازل نہ ہونے کی وجہ سے انھیں اپنے اسلام لانے کے بعد بھی اپنے عقد میں رکھا لیکن بعد میں ممانعت نازل ہونے پر اور ان خواتین کے حالت کفر و شرک پر برقرار رہنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے حکم [ولا تمسكوا بعصم الكوافر][55]"اور کافرہ عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو (یعنی کفار کو واپس دے دو)" پر عمل اور استدلال کرتے ہوئے تینوں کو طلاق دے دی[56]۔

اگر بنظر غور دیکھا جائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلى الله عليه وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ انتہائی خوبصورت رشتہ سامنے آتا ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں جو رسول اللہ صلى الله عليه وسلم کے نکاح میں آئیں اور ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں۔ یوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلى الله عليه وسلم کے سسر قرار پائے۔ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلى الله عليه وسلم کی بیٹی ہیں جو علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یوں رسول اللہ صلى الله عليه وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سسر قرار پائے۔ پھر اُم کلثوم جو علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور فاطمہ بنت رسول صلى الله عليه وسلم کے بطن سے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یوں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سسر قرار پائے۔ بس یوں اس رشتے کا بندھن اتنا مضبوط ہے کہ جدائی ممکن ہی نہیں۔

الغرض عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد زندگی کے تمام معاملات میں اسلامی تعلیمات کو نافذ کرنے کی بھرپور سعی کی۔ خواہ ان معاملات کا تعلق ان کی ذاتی زندگی سے تھا یا دوسرے لوگوں کی زندگی سے، ہر دو لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہ نے جب بھی کوئی فیصلہ فرمایا تو آیات قرآنیہ اور فرامین رسول صلى الله عليه وسلم سے انتہائی قوی استدلال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو سراہا گیا اور کسی قسم کی تنقید نہیں کی گئی۔ حتی کہ غیر مسلموں نے بھی آپ کے دور خلافت کو ایک مثالی اور قابل تقلید دور سمجھا اور آج بھی ان کے دور کے کئی قوانین کو اپنے ممالک میں نافذ کر رکھا ہے۔ بطور مسلمان ہمارا یہ فرض ہے کہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، عوامی زندگی ہو یا حکومتی، ہر لحاظ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی مبارک اور پاکیزہ ہستیوں کی زندگی کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔ تاکہ شاہراہ زندگی پر سفر آسانی سے طے کیا جاسکے۔

نتائج بحث:

1۔ ہر بندہ مومن کو اپنی زندگی کے ہر معاملے میں سب سے پہلے قرآن پھر حدیث پھر اجماع کی طرف رجوع کر کے رہنمائی لینی چاہیے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسلوب تھا۔

2۔ مسلمان فوج اگر کسی علاقے کو فتح کرلے تو اسکی زمین صرف فوج ہی میں تقسیم نہیں کی جائے گی بلکہ اس میں دیگر رعایا کا بھی حق ہوگا۔

3۔ کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان کرنا شرعا درست نہیں ہے البتہ نرمی اور محبت سے اسے اسلام کی دعوت دی جاسکتی ہے۔

4۔ کسی مسلمان کے لئے نکاح میں اولین ترجیح مسلمان عورت ہونی چاہیے البتہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے جبکہ کافرہ اور مشرکہ عورتوں سے نکاح بالکل جائز نہیں۔

5۔ اسلامی ریاست کے کلیدی عہدے ایسے افراد کے حوالے کرنے چاہییں جو ایک طرف سچے، امانتدار اور عابد و زاہد ہوں تو دوسری طرف تدبر و معاملہ فہمی کے ذریعے امور سلطنت چلانے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں۔

6۔ سمندری اور ہوائی سفر میں بھی نماز قصر ہی ادا کی جائے گی جیسا کہ بری سفر میں ادا کی جاتی ہے بشرطیکہ سفر کی مسافت شرعی مسافت ہو۔

7۔ مال کی ذخیرہ اندوزی اس وقت کرنا جب اسکی معاشرتی ضرورت ہو، بالکل جائز نہیں اور نہ ہی ذخیرہ اندوزی کی بنیاد پر نفع حاصل کرنا جائز ہے۔

8۔ دنیاوی زندگی کو جہاں تک ممکن ہو سادہ اور پاکیزہ رکھا جائے کیونکہ اسی زندگی سے اخروی زندگی کی بہتری ممکن ہے۔

References

1. Al Asqalani: Ahmed bin Ali bin Muhammad bin Ahmed bin Hijar, Abu al Fazal (m852AH), Alasabat fi tameez al Sahaba, p. 518/2, Beirut.
2. Al Zahbi: Muhammad bin Ahmed bin Usman, Shamsuddin (748AH), Seer Aelam al Nibla, 1397/2, Qahira.
3. Al Asqalani: Ahmed bin Ali bin Muhammad bin Ahmed bin Hijar, Abu al Fazal (m852AH), Alasabat fi tameez al Sahaba, p. 484/4, Beirut.
4. Al Zarkali, Khairudin bin Mahmood bin Muhammad bin Ali bin Faris (1396AH), al Aelam, 45/5.
5. Ibn Kahteer, Abu al Hassan, Muhammad bin Muhammad bin Abdul Kareem, al Jazrari (630 AH), Asad al Ghaba, 137/4. Beirut.
6. Nadvi, Shah Mouddin, Molana, Seer al Sahaba, 89/1, Urdu Bazar, M.A. Jinah Road Karachi.
7. Al Razi, Ahmed bin Faris bin Zakariya, (395 AH), Muajim Maqayees al Lughat 466/5, Darul Fikar Beirut.
8. Al Damashqi, Mustafa Deeb, Sarh wa Taleeq Sahi Bukhari, 177/4.
9. Surat al Tahreem: 4.
10. Al Siyooti, Abdul Rehman bin Abu Bakar, Jalaluddin (911 AH), Aldar al manshoor fi al tafseer bil masoor, 223/8, Beirut.
11. Al Jazrari, Ali bin Abu al Karam Muhammad bin Muhammad bin Abdul Kareem ibn al Aseer (630

AH), Al Kamil fi al Tareekh 430/2.
12. Al Asqalani: Ahmed bin Ali bin Muhammad bin Ahmed bin Hijar, Abu al Fazal (m852AH), Fatah al Bari sarh Sahi Bukhari, p. 44/7, Beirut.
13. Al Bukhari, Muhammad bin Ismail, Abu Abdullah, Sahi Bukhari, 10/5, Hadith: 3680.
14. Al Musdir al Sabiq, 11/5, Hadith: 3683.
15. Al Tirmizi, Muhammad bin Essa bin Surat (279 AH), Sunan al Trimizi, 619/5.
16. Al Musdir Sabiq, 617/5, Hadith: 3682.
17. Al Zubdi, Muhammad bin Muhammad bin Abdul Razaq, Abu Al Faiz (1205 AH), Taj al uroos, 507/28.
18. Al Bihaqi, Ahmed bin Hussain bin Ali (458 AH), al Sunan al Kubra, 486/2, hadith: 3856, Beirut.
19. Al Sheebani, Imam Ahmed bin Humbal, Masnad 165/9, hadith: 5185.
20. Surat Yunus: 22.
21. Al Qurtabi, Muhammad bin Ahmed bin Abu Bakar, Shamsuddin (671 AH), Al Jamia al Ahkam al Quran, 325/8, Darul kutub Egypt.
22. Al Zaheli, Wahibat bin Mustafa, al Tafseer al Muneer fi Aqeedat wa Shariat wa Minhaj, 146/11, Damascus.
23. Abu al Farj, Abdul Rehman bin Ali bin Muhammad al Jozi (597 AH), Darul kutub al arabi, Beirut.
24. Surat Baqarah: 256.
25. Ibn Saad, Muhammad bin Saad (230 AH), al Tabqat Kubra, Madinah Munawarah.
26. Al Siyooti, Abdul Rehman bin Abu Bakar, Jalaluddin (911 AH), Aldar al manshoor fi al tafseer bil masoor, 22/2, Beirut.
27. Surat al Airaf: 31.
28. Al Tabri, Muhammad bin Jarir bin Yazeed (310 AH), Jama al Biyan fi Taweel al Quran, 22, 120.
29. Surat al Ahqaf: 20.
30. Alaudin, Ali Mutaqi bin Hasamuddin (975 AH), Kanz ul Amal fi sunan al Aqwal wa afaal, 631/6.
31. Al Bukhari, 25/1, wa Muslim, 558/1.
32. Surat al Talaq: 2-3.
33. Alaudin, Ali Mutaqi bin Hasamuddin (975 AH), Kanz ul Amal fi sunan al Aqwal wa afaal, 614/6.
34. Nadvi, Shah Mouiddin, Molana, Seer al Sahab, 112/1.
35. Surat al Hashar: 9.
36. Shibli Noumani, Alama, Al Farooq, p. 199, Urdu Bazar M.A Jinah Road, Karachi.
37. Tahzeeb al Tahzeb, V. 1, p. 99. Al Jarjani, Ali bin Muhammad bin Ali, Kitab al Tareef, p. 78.
38. Kitab al Khiraj, p. 72.
39. Surat Toba: 60.
40. Shibli Noumani, Alama, Al Farooq, p. 286, Urdu Bazar M.A Jinah Road, Karachi.
41. Al Asbahani, Ahmed bin Abdullah bin Ahmed, Abu Naeem (430 AH), Muarafat al Sahaba, 2070/4, Al Riyaz.
42. Ibn Aseer, Abu al Hassan, Muhammad bin Muhammad bin Abdul Kareem, Al Jazrari, (630 AH), Asad al Ghaba fi Muarifat al Sahaba, 122/4, Darul fikar Beirut.
43. Surat al Nahal: 106.
44. Abu al Farj, Abdul Rehman bin Ali bin Muhammad al Jozi (597 AH), Zad al Maseer fi Ilm al Tafseer, 586/2, Darul kutub al arabi, Beirut.
45. Surat al Qasas: 5.
46. Al Siyooti, Abdul Rehman bin Abu Bakar, Jalaluddin (911 AH), Aldar al manshoor fi al tafseer bil masoor, 392/6, Beirut.
47. Al Tabri, Muhammad bin Jarir bin Yazeed (310 AH), Tareekh al Rusal wa al Malook, Beirut, 164/4.
48. Surat al Imran: 144.
49. Surat al Nasar: 3.

50. Al Qurtabi, Muhammad bin Ahmed bin Abu Bakar, Shamsuddin (671 AH), Al Jamia al Ahkam al Quran, 232/20, Darul kutub Egypt.
51. Al Bukhari, Muhammad bin Ismail, Abu Abdullah, Sahi Bukhari, 179/6, Hadith: 4970.
52. Al Jazrari, Abu al Hassan, Muhammad bin Muhammad bin Abdul Kareem ibn al Aseer (630 AH), Asad al Ghaba, 137/4.
53. Al Zahbi: Muhammad bin Ahmed bin Usman, Shamsuddin (748AH), Seer Aelam al Nibla, 413/2, Qahira.
54. Al Tabri, Muhammad bin Jarir bin Yazeed (310 AH), Tareekh al Rusal wa al Malook, Beirut, 200/4.
55. Surat al Mumtahinat: 10.
56. Ibn Katheer, Ismail bin Muhammad bin Katheer, Abu al Fida (774 AH), Tafseer al Quran al Azeem 94/8.